

حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی مدظلہ

دوام حدیث

ظن و یقین

کیا حدیث ظنی ہونے کی بنا پر ناقابلِ احتجاج ہے؟

انکار حدیث کے قند کو بھڑکانے اور پھیلانے والے، حدیث رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس لیے بھی ناقابلِ احتجاج ٹھہراتے ہیں کہ حدیث ظنی ہے اور ظنی چیز دین نہیں بن سکتی لہٰذا اس لیے مناسب ہے کہ دلیل کے بارے میں کچھ گذارشات اہل علم کی خاطر پیش کر دی جائیں۔

دلیل — دلیل کی تین قسمیں

① قیاس منطقی ② استقراء ③ تمثیل یا فقہی قیاس

قیاس منطقی:

قیاس منطقی میں کلی سے جزئی پر استدلال ہوتا ہے جیسے انسان کے جسم کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ حیوان ہے اور ہر حیوان جسم ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ انسان جسم ہے۔ اس کلام میں ”ہر حیوان جسم ہوتا ہے“ کلی ہے۔ انسانی جسم ہے۔ یہ جزئی ہے۔ پہلے سے دوسرے کو ثابت کیا گیا ہے۔

استقراء:

استقراء میں جزئی کو ثابت کیا جاتا ہے جیسے یہ کہا جائے کہ ہر حیوان کھاتے وقت نیچے کا جھرا ہوتا ہے

اس کلی کو اس طرح ثابت کیا جائے کہ تمام حیوانوں کو کھاتے ہوئے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا جڑا ہلاتے ہیں جب ثابت ہو جائے کہ سب حیوان کھانے وقت نچلا ہی جڑا ہلاتے ہیں تو پہلا کلام ثابت ہو جائے گا۔ اگر یہ تتبع اور استقراء نام کی بنا پر ہو تو بات یقینی و رد ظنی ہوتی ہے اور استقراء اکثر ظنی ہی ہوا کرتا ہے۔

تمثیل

تمثیل میں جزئی کو جزئی سے ثابت کیا جاتا ہے جیسے یہ کہا جاوے کہ بھنگ حرام ہے کیونکہ اس میں شراب کی طرح نشہ ہے اور شراب چونکہ نشہ کی وجہ سے حرام ہے اس لیے بھنگ بھی حرام ہوئی۔ اگر علت قطعی ہو تو حکم قطعی ہوگا ورنہ ظنی، اور تمثیل بھی اکثر ظنی ہوتی ہے۔ اس لیے منطقی کہتے ہیں کہ قیاس قطعی ہوتا ہے مگر استقراء اور تمثیل دونوں ظنی ہوا کرتی ہیں اور یہ حکم کثرت کی بنا پر لگایا جاتا ہے نہ کہ کلی طور پر۔

پھر دلیل جن فروع (مجلوں) سے بنتی ہے ان میں سے بھی کچھ یقینی ہوتے ہیں اور کچھ ظنی اور کبھی سب ظنی ہوتے ہیں اور کبھی سب یقینی۔

یقین

یقین اس اعتقاد کا نام ہے جو واقع کے مطابق پختہ ثابت رہنے والا ہو۔ اگر واقع کے مطابق ہو جیسے عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح اللہ ہے تو اس کو یقین نہیں کہا جاتا بلکہ اسے مرکب کہتے ہیں اور اگر پختہ اعتقاد ہو جیسے عام استقراء اور عام تمثیل کی بنا پر اعتقاد ہو جو وطن کے مرتبہ میں ہوتا ہے تو اس کو بھی یقین نہیں کہتے بلکہ ظن کہتے ہیں۔

اسی طرح وہ اعتقاد جس کی بنا کسی کے قول پر ہو، اگر پختہ ہی کیوں نہ ہو اسے بھی یقین نہیں کہتے کیونکہ وہ ثابت اور باقی نہیں رہتا بلکہ کسی کے شبہ اور شک میں مبتلا کرنے سے زائل ہو جاتا ہے اسی لیے اس کا نام یقین کی بجائے تقلید رکھا گیا ہے۔

فقرے (جملے یا مقدمات) مندرجہ ذیل باتوں میں ہوں تو یقینی ہوتے ہیں :

اولیات

اولیات ان باتوں کو کہتے ہیں جن سے انبان فوراً واقع ہو کر یقین کر لے۔ اس لیے کہ بعض باتیں سب

کے نزدیک واضح ہوتی ہیں کیونکہ انسان کے دماغ میں ان کا گزرتا ہوتا رہتا ہے جیسے کہ کل جزو سے بڑا ہوتا ہے۔

۲۔ مقدمات

مقدمات (فقرے) وہ ہیں جن میں غور کرنے سے ان کے دلائل بھی فوراً ذہن میں حاضر ہو جائیں جیسے یہ بات کہ چار کا عدد جفت (جوڑا) ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ دو برابر کے حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ جب چار ذہن میں آتا ہے تو فوراً اس کا دو برابر حصوں میں تقسیم ہونا بھی ذہن میں آ جاتا ہے۔

۳۔ مشاہدات

مشاہدات وہ باتیں ہیں جن میں عقل احساس کے بعد حکم لگائے جیسے آفتاب (سورج) روشن ہے، آگ گرم ہے۔ ان کو محسوسات کہتے ہیں۔ پھر احساس دو قسم کا ہوتا ہے ظاہری یا باطنی۔ ظاہری کی مثال پہلے گزر چکی ہے اور باطنی جیسے عقل کا یہ حکم کہ ہمارے اندر ڈر یا غصہ پایا جاتا ہے یا وہ باتیں جن کا تعلق ہماری سوچ سے ہے۔ ان باتوں کو ”وجدانیات“ کہتے ہیں۔

۴۔ مجربات

مجربات وہ باتیں جو بار بار دیکھنے اور محسوس کرنے سے معلوم ہوں جیسے یہ بات کہ کوئین بھار کے لیے مفید ہے۔

۵۔ حدیثیات

حدیثیات وہ باتیں جو کبھی بات کے مشاہدہ سے فوراً ذہن میں آجائیں جیسے یہ بات کہ چاند کا نور سورج کے پرتو سے ہے۔

۶۔ متواترات

وہ باتیں جن کے بتانے والے اتنے کثیر ہوں کہ ان کی کبھی ہوئی بات پر یقین ہو جائے۔ اس کے لیے یہ شرط ہے کہ مشاہدہ، کئی بات ہو اور بتانے والے کی خبر کا انتہاء مشاہدہ پر ہو۔

۷۔ محسوسات

محسوسات میں وہم کا حکم بھی یقینی ہوتا ہے۔

ظنی مقدمات کے چار قسمیں ہیں

- ۱۔ مسلمات وہ باتیں ہیں جو دوسرے علوم میں ثابت کی جائیں مگر اس جگہ ان پر کوئی دلیل قائم نہ کی جائے۔
- ۲۔ مشہورات وہ ہیں جن پر جماعت کثیرہ متفق ہو یا سب متفق ہوں یا ایک جماعت متفق ہو جیسے معبود

ایک ہے۔ عدل اچھا ہے۔ تسلسل محال ہے۔

شہر تھے نئے اسبابے مندرجہ ذیلے ہیں

۱۔ مصلحت عامہ: جیسے عدل اچھا ہے۔ ظلم بُرا ہے۔

۲۔ انسانی مزاج کی مطابقت: جیسے کمزوروں کی معافیت قابل ستائش ہے۔

۳۔ انسانی عادت کی موافقت: جیسے ہندوؤں کے ہاں یہ کنا "ذبح کرنا" برا ہے اور دوسرے کہتے ہیں برا نہیں۔ یہ اختلاف عادت کی وجہ سے ہے۔

۴۔ حمیت: جیسے یہ قول کہ برہنگی قبیح ہے۔

۵۔ شریعت کی موافقت:

کبھی کبھی مشہور اور بدیہی کلام میں اشتباہ ہو جاتا ہے۔ ان میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اگر عادت اور ادب سے

الگ ہو کر غور کیا جائے تو بدیہی میں تو حکم وہی باقی رہتا ہے مگر مشہور میں کبھی حکم سچا ہوتا ہے اور کبھی جھوٹا۔

جو قیاس (دلیل) مسلمات اور مشہورات سے بنے اس کو بدل کہتے ہیں۔ اس سے غرض مقابل کو

الزام دینا ہوتا ہے اور جو یقینی باتیں ردِ محمد کے اس کو قائل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۳۔ مقبولات: جو ایسے لوگوں سے منقول ہوں جن کے بارہ یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے۔

جیسے اولیاء، علماء، نیک لوگ اور حکماء۔

۴۔ منطونات: جن میں قرآن کی بنا پر حکم لگایا جائے جیسے بادل دیکھ کر بارش کا حکم لگانا۔ جو قیاس (دلیل)

مقبولات اور منطونات سے مرکب ہو اس کو خطابت کہتے ہیں۔

اور ایک سے قسم دہمیات کہے جاتے ہیں:

وہمیات ان کو کہتے ہیں جن میں محسوس پر غیر محسوس کا حکم لگایا جائے۔ جو دلیل دہمیات سے مرکب ہو

اس کو مغالطہ اور سقط کہتے ہیں۔

پس دلیل صورت کے لحاظ سے دو قسم پر ہے ایک یقینی اور وہ قیاس ہے۔ دوسری ظنی اور وہ استقرّ

اور تیش ہے اور مادہ کے لحاظ سے اس کی چار قسمیں ہیں:

ایک برہان جو یقینیات سے مرکب ہو۔

دوسری ظنی (مسلمات، مشہورات) (مقبولات و منطونات) سے مرکب ہو۔

تیسری دہی جو دہیات سے مرکب ہو۔

چوتھی شعری جو غیلات سے مرکب ہو۔

شرعی دلیل کے دو پہلو ہدے :-

ایک ثبوت کا۔ اس لحاظ سے دلیل دو قسم پر ہے۔ ایک متواتر۔ دوسری غیر متواتر۔ متواتر قطعی ہوتی ہے اور غیر متواتر ظنی ہوتی ہے مگر قرآن کی بنا پر کچھ اخبار واحدہ بھی یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔ جس خبر واحدہ پر امت کا اجماع ہو وہ یقینی ہوتی ہے اور اسی طرح جس خبر واحدہ کی صحت پر اجماع ہو وہ بھی یقینی ہے۔

خبر واحدہ کی یہ تین قسمیں تو یقین کا فائدہ دیتی ہیں اور باقی اقسام ظنی ہوتی ہیں۔ شرعی دلیل کا دوسرا پہلو اس کی دلالت کا ہے یعنی اس دلیل سے جو مفہوم سمجھا جاتا ہے کیا یقیناً وہی مراد ہے یا کہ نہیں؟ معتزلہ اور اکثر اشعری یہ کہتے ہیں کہ دلیل سمعی سے یقین حاصل نہیں ہوتا کیوں کہ یقین کے لیے مندرجہ ذیل امور کی ضرورت ہے :-

۱۔ جو الفاظ منقول ہیں ان کے متعلق یہ علم ہو کہ وہ انہیں معانی کے لیے موضوع ہیں جو ہم سمجھتے ہیں۔

۲۔ پھر یہ بھی علم ہو کہ شکم نے یہی معانی مراد لیے ہیں۔

پہلے باتے کے لیے ضروری ہے کہ لغت نقل کی جائے اور نحو کے قواعد اور صرف کے مسائل نقل کیے جائیں۔ یہ تینوں باتیں اصولی طور پر خبر واحدہ سے ماہل ہوتی ہیں اور ان کے فروغ کو انہی پر قیاس کیا جاتا ہے۔ خبر واحدہ اور قیاس دونوں ظنی دلیلیں ہیں۔

دوسری باتے (کہ شکم کی مراد یہی معانی ہیں) کا علم مندرجہ ذیل باتوں پر موقوف ہے :-

(۱) یہ الفاظ پہلے معانی سے دوسرے معانی کی طرف منتقل ہوئے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کا استعمال اور معانی میں ہوتا ہو۔ بعد میں دوسرے معانی کی طرف منتقل ہو گئے ہوں اور اہل لغت نے بعد والے معانی کو نقل کر دیا ہو۔

(۲) یہ الفاظ مذکورہ معانی اور دیگر معانی میں مشترک نہ ہوں کیوں کہ اشتراک کی صورت میں ہو سکتا ہے

کہ دوسرے معانی مراد ہوں۔

(۳) یہ الفاظ مجازی معنی میں متعل نہ ہوں کیوں کہ مجازی معنی میں استعمال کی صورت میں حقیقی معنی

مراد نہیں ہو سکتے۔

- (۴) یہاں کوئی لفظ مقدر ہو کیوں کہ مقدر ہونے کی صورت میں معنی بدل جاتا ہے۔
 (۵) تخصیص نہ ہو کیوں کہ تخصیص کی صورت میں بعض معنی مراد ہو گا نہ کہ کل۔
 (۶) تقدیم و تاخیر نہ ہو کیوں کہ تقدیم و تاخیر کی صورت میں بھی معنی میں فرق پڑتا ہے۔
 یہ سب باتیں جن کا ذکر ہوا ہے ان کی نفی یقینی نہیں بلکہ ظنی ہے۔

(۷) پھر ان سب باتوں کے بعد اس امر کا بھی علم ہونا چاہیے کہ یہاں کوئی دلیل عقلی اس معنی کے خلاف نہیں کیوں کہ عقلی دلیل کے معارض ہونے کی صورت میں عقلی دلیل نقلی پر مقدم ہوگی کیوں کہ تعارض کی صورت میں دونوں پر عمل ممکن نہیں۔

اگر نقل کو عقل پر مقدم کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ اصل (عقلی دلیل) فرع (نقلی دلیل) سے باطل ہو جائے کیوں کہ عقل اصل ہے اور نقل فرع، جب اصل باطل ہوا تو اس سے فرع بھی باطل ہوتی مگر معارض عقلی کا نہ ہونا یقینی نہیں کیوں کہ عدم علم سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفس میں بھی معدوم ہو۔ پس جب یہ بات ثابت ہوتی کہ نقلی اولہ کی دلالت ان امور ظنیہ پر موقوف ہے تو ثابت ہوا کہ اولہ نقلیہ کی دلالت ظنی ہے کیوں کہ فرع اصل سے بڑھ نہیں سکتی۔

دوسرے فریق کا یہ مذہب ہے کہ اولہ نقلیہ سے یقین حاصل ہوتا ہے لیکن اس یقین کی بنا ان قرائن پر ہوتی ہے جو مشاہدہ میں آتے ہیں یا متواتر ہوتے ہیں۔ ان قرائن سے مذکورہ احتمالات کی نفی ہو جاتی ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ عقلیات کے بارہ میں نقلیات سے یقین حاصل ہونا یقینی نہیں۔ جن لوگوں نے دلائل نقلیہ سے یقین کا پیدا ہونا تسلیم کیا ہے۔ قرائن کی بنا پر کیا ہے۔ خواہ وہ قرائن مشاہدہ میں آئیں یا روایت سے ثابت ہوں۔ پس دلائل نقلیہ کا افادہ روایت پر موقوف ہونا چاہیے کیوں کہ عام طور پر وہ قرائن روایت سے نقل ہوتے ہیں اور روایت متواتر ہوتی ہے۔ پس اولہ نقلیہ سے یقین کا حاصل ہونا ممکن ہے۔

خبر رسول ﷺ اس میں قرآن اور ملائکہ کی خبر بھی داخل ہے۔

خبر رسول (یعنی قرآن و حدیث) یقین کا فائدہ دیتی ہے یا نہیں؟ منطقی اس کو ظنی کہتے ہیں۔ اقسام مذکورہ میں سے اس (قرآن و حدیث) کو مقبولات میں داخل کرتے ہیں اور مشککیں کے نزدیک اس سے یقین حاصل ہو سکتا ہے مگر یہ یقین استدلالی ہے بدیہی نہیں۔ اس جگہ خبر رسول سے تین وجہ سے بحث ہوتی ہے:

اول اس کے ثبوت کے متعلق کہ واقعی یہ خبر رسول ہے۔ اس لحاظ سے خبر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک متواتر اور جو بلا واسطہ سنی گئی ہو یا کسی قطعی واسطہ سے اس کا علم ہوا ہو۔ ایسی خبر کو ثبوت کے اعتبار سے یقینی کہتے ہیں۔ دوسری وہ جو صرف خبر واحد کے واسطہ سے ایسے قرینے کے بغیر آئی ہو جس سے یقین پیدا ہوتا ہے اس کو ظنی کہتے ہیں دوم اس کی دلالت کے متعلق۔ اس میں صحیح بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی دلالت کبھی یقینی ہوتی ہے اور کبھی ظنی۔ دلالت کے لحاظ سے قرآن و حدیث کے الفاظ میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دلالت کبھی ظنی ہوتی ہے، اور کبھی یقینی۔ اس دلالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اشعری اور معتزلہ قرآن و حدیث کی دلالت کو ظنی کہتے ہیں اور دوسرے کہتے ہیں کہ ان سے یقین آسکتا ہے

سوم اس امر کے متعلق کہ اس کا مضمون نفس الامر کے مطابق ہے یا نہیں۔ اس میں منطقیوں اور متکلمین کا اختلاف ہے منطقی اس کو ظنی کہتے ہیں اور متکلمین یقینی کہتے ہیں اور اس میں قرآن و حدیث دونوں برابر ہیں۔

سر بلند عسلاام اور استحكامِ پاکستان كانقيب روزنامه ندائے ملت لاہور

ايڊيٽر — مجيد نظامي

تازہ ترين مصدقہ خبروں بے لاگ ادارتي تبصروں اور پرمغز مقالو
كے ليے هميشه اپنے محبوب اخبار ”ندائے ملت“ كا مطالعہ كيجهے
مشترعين حضرات كے ليے ”ندائے ملت“ پبليشيوں كا بسترين ذريعہ هے۔
جنرل مينيجر: روزنامه ”ندائے ملت“